ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 475

Program: B.A. (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: اصول فقہ (نور الانوار) (475) • سطح: بی۔اے (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ نمبر 1 تا 4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

(مطالعہ و حوالہ کے لیے)

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس پڑھیں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور جوابات اپنے الفاظ میں لکھیں۔

سوال نمبر 1: خاص کا مفہوم اور اقسام (20 نمبر)

سوال نمبر 1: نور الانوار کی روشنی میں خاص کا مفہوم اور اقسام کو مثالوں کی روشنی میں لکھیں۔ (20)

تعارف

اصول فقہ میں احکام کا اصل ماخذ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور ان دونوں کے الفاظ ہی سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔ اس لیے اصولیین نے الفاظ کی بڑی باریک بینی سے تقسیمیں کی ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون سا لفظ کس معنی پر کس درجے کی دلالت کرتا ہے اور اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ حافظ الدین نسفی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب منار الانوار میں الفاظ کو چار حیثیتوں سے تقسیم کیا ہے: معنی کے لیے وضع کے اعتبار سے، استعمال کے اعتبار سے، معنی کے ظہور و خفا کے اعتبار سے اور معنی پر دلالت کے طریقے کے اعتبار سے۔ وضع کے اعتبار سے پہلی اور بنیادی قسم خاص ہے۔ ملا جیون رحمہ اللہ نے نور الانوار میں اس بحث کو مثالوں کے ساتھ نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ خاص کو سمجھے بغیر عام، مشترک اور مؤول کو سمجھنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ چاروں ایک ہی تقسیم کے اجزا ہیں اور ایک دوسرے کی ضد سے پہچانے جاتے ہیں۔

خاص کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

خاص لغت میں عام کی ضد ہے اور اس کے معنی ہیں منفرد اور مخصوص ہونا، یعنی کوئی چیز دوسروں سے الگ اور جدا ہو۔ اصطلاح میں نور الانوار کے مطابق خاص کی تعریف یہ ہے: ہر وہ لفظ جو ایک ہی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، اس طرح کہ وہ اس ایک معنی پر اسی صورت میں دلالت کرے جب اسے تنہا لیا جائے۔ اس تعریف کی مزید تشریح یوں ہے کہ خاص وہ لفظ ہے جو ایک معین اور متعین معنی کو بتانے کے لیے بنایا گیا ہو، خواہ وہ معنی ایک فرد ہو یا ایک جنس یا ایک نوع۔ خاص کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں شرکت اور اشتراک نہیں ہوتا؛ یعنی لفظ اپنے موضوع لہ میں کسی قسم کی شمولیت یا ابہام نہیں رکھتا بلکہ متعین طور پر اسی ایک معنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ زید ایک معین شخص کے لیے وضع ہے، لفظ انسان ایک نوع کے لیے اور لفظ حیوان ایک جنس کے لیے وضع ہے، اور یہ تینوں خاص ہیں کیونکہ ہر لفظ اپنے معنی پر قطعی اور متعین دلالت کرتا ہے۔

یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ خاص کا اپنے تمام افراد کو شامل ہونا اسے عام نہیں بنا دیتا۔ عام وہ لفظ ہے جو بہت سے افراد کو بلا تعین شامل ہو، جبکہ خاص اپنی جنس یا نوع کے تمام افراد کو متعین صورت میں شامل کرتا ہے۔ اسی فرق کو سمجھنے سے آگے کی بحث واضح ہوتی ہے کہ خاص کا حکم عام کے حکم سے مختلف کیوں ہے۔ نور الانوار میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ لفظ کے خاص ہونے کا مدار اس کے واحد معنی پر وضع ہونے پر ہے، اس بات پر نہیں کہ اس کے افراد ایک ہیں یا بہت۔

خاص کی اقسام

باعتبار وضع، خاص کی تین بڑی قسمیں ہیں: خاص عین، خاص نوع اور خاص جنس۔ ان تینوں کا بیان مثالوں کے ساتھ درج ذیل ہے۔

پہلی قسم خاص عین ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو کسی ایک معین فرد اور شخص کے لیے وضع کیا گیا ہو اور اس کے سوا کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ ہو۔ اعلام یعنی شخصی نام اسی کی مثال ہیں، جیسے زید، عمرو، فاطمہ، مکہ اور مدینہ۔ قرآن مجید میں لفظ فرعون خاص عین کی مثال ہے کیونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک معین بادشاہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسی طرح ابولہب بھی ایک معین شخص کا نام ہے۔ خاص عین سب سے زیادہ متعین ہوتا ہے، اس میں نہ تاویل کی گنجائش ہوتی ہے نہ تخصیص کی۔

دوسری قسم خاص نوع ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو ایک نوع یعنی ایک ایسی جماعت کے لیے وضع ہو جس کے تمام افراد ایک ہی حقیقت اور ماہیت میں شریک ہوں، جیسے لفظ انسان، رجل، امرأۃ، فرس اور کتاب۔ لفظ انسان اپنے تمام افراد یعنی ہر مرد و عورت کو شامل ہے لیکن یہ شمول تعین کے ساتھ ہے، کیونکہ انسان کی حقیقت سب افراد میں ایک ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ان الانسان لفی خسر، یہاں لفظ الانسان خاص نوع ہے جو جنس انسان کو بتاتا ہے۔ اسی طرح نماز کے احکام میں لفظ المصلی یا رکوع و سجود کے اسماء اپنی نوع کے اعتبار سے خاص ہیں۔

تیسری قسم خاص جنس ہے۔ جنس وہ کلی ہے جو کئی نوعوں کو شامل ہو اور مختلف حقیقتوں والی چیزوں پر بولا جائے، جیسے لفظ حیوان جو انسان، گھوڑا، بکری اور دیگر جانداروں سب کو شامل ہے، یا لفظ شیء اور لفظ مال وغیرہ۔ حیوان جنس ہے اور اس کے نیچے انسان اور فرس جیسی انواع ہیں۔ جب کلام میں لفظ حیوان آئے تو وہ اپنے معنی یعنی ذی روح ہونے کی

صفت میں سب انواع کو شامل ہو گا اور وہ معنی متعین ہے، اسی لیے یہ بھی خاص کہلاتا ہے۔ نور الانوار میں ترتیب یوں بتائی گئی ہے کہ جنس سب سے اوپر، اس کے نیچے نوع اور اس کے نیچے عین یعنی فرد ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک دابہ اور اس جیسی مثالیں بھی اسی قبیل سے ہیں۔

ان تین اقسام کے علاوہ اصولیین ایک اور تقسیم کا ذکر کرتے ہیں کہ کبھی لفظ اپنے لغوی وضع کے اعتبار سے خاص ہوتا ہے اور کبھی عرف یا شرع کے اعتبار سے کوئی لفظ خاص بن جاتا ہے۔ مثلاً لفظ صلوٰۃ لغت میں دعا کے معنی میں عام سا ہے مگر شرعی اصطلاح میں یہ ایک خاص عبادت کے لیے مخصوص ہو چکا ہے جس میں قیام، رکوع اور سجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح صوم، زکوٰۃ اور حج شرعی اعتبار سے خاص مفاہیم کے حامل ہیں۔ یہ نکتہ اس لیے اہم ہے کہ شریعت کے خطاب کو سمجھتے ہوئے شرعی وضع ہی معتبر ہوتی ہے۔

خاص کا حکم

خاص کا حکم نور الانوار کے مطابق یہ ہے کہ خاص اپنے معنی پر قطعی دلالت کرتا ہے، اس لیے اس پر اس کے معنی کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور اس میں تخصیص نہیں ہو سکتی۔ تخصیص اس لیے نہیں ہو سکتی کہ تخصیص عام کے افراد کو نکالنے کا نام ہے، اور خاص میں افراد کی شمولیت اصلاً اس انداز میں نہیں ہوتی کہ کچھ کو نکالا جا سکے۔ البتہ خاص میں نسخ کا احتمال اس صورت میں رہتا ہے جب وہ حکم کتاب یا متواتر سنت سے ہو اور زمانہ نزول وحی ہو، اسی طرح اگر خاص مطلق ہو تو اسے مقید پر محمول کرنے کی بحث الگ ہے جس کا ذکر قید کے باب میں آتا ہے۔ خاص کی قطعیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی قوی دلیل اس کے خلاف نہ ہو، اس کے ظاہری متعین معنی ہی پر عمل ہو گا اور اس میں ظن اور گمان کی بنا پر تبدیلی نہیں کی جا سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ خاص پر مبنی احکام میں فقہاء کے یہاں بڑا اتفاق پایا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ خاص وہ لفظ ہے جو ایک متعین معنی کے لیے وضع ہو اور اس میں شرکت نہ ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں: خاص عین جیسے زید اور فرعون، خاص نوع جیسے انسان اور رجل، اور خاص جنس جیسے حیوان اور شیء۔ خاص کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر قطعی دلالت کرتا ہے، اس پر عمل واجب ہے اور اس کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ نور الانوار نے اس

بحث کو منار الانوار کی ترتیب پر مثالوں سے واضح کر کے طالب علم کے لیے الفاظ کی تقسیم کی بنیاد مضبوط کر دی ہے، جس پر آگے عام و خاص کے تعارض اور تخصیص وغیرہ کی پوری عمارت قائم ہے۔

سوال نمبر2: مفسر کی تعریف اور احکام (20 نمبر)

سوال نمبر2: مفسر کی تعریف اور احکام پر جامع نوٹ لکھیں۔(20)

تعارف

الفاظ کی معنی پر دلالت کے ظہور و خفا کے اعتبار سے اصولیین نے آٹھ قسمیں بیان کی ہیں: چار ظاہر کے درجات یعنی ظاہر، نص، مفسر اور محکم، اور چار خفی کے درجات یعنی خفی، مشکل، مجمل اور متشابہ۔ یہ ترتیب دراصل الفاظ کے وضوح کی سیڑھی ہے؛ ظاہر سب سے کم واضح، اس سے بڑھ کر نص، اس سے بڑھ کر مفسر اور سب سے اوپر محکم ہوتا ہے۔ مفسّر اس سیڑھی کا تیسرا اور اہم درجہ ہے۔ بہت سے شرعی احکام ایسے ہیں جن کی اصل کتاب اللہ میں مجمل آئی تھی اور بعد میں سنت یا مزید آیات نے ان کی پوری تفصیل کھول دی، وہ کلمات مفسر کہلاتے ہیں۔ نور الانوار میں اس بحث کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے تاکہ طالب علم کو معلوم ہو کہ مفسر پر عمل کا درجہ کیا ہے اور اس میں تاویل و نسخ کی کیا حیثیت ہے۔

مفسر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

مفسر اسم مفعول ہے تفسیر سے، جس کے لغوی معنی ہیں کھولنا، واضح کرنا اور پردہ اٹھا دینا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ولا یأتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا، یعنی بہترین وضاحت۔ اصطلاح میں نور الانوار کے مطابق مفسر وہ لفظ یا کلام ہے جو نص سے بڑھ کر واضح ہو جائے، اس طرح کہ اس میں تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، البتہ نسخ کا احتمال باقی رہے۔ دوسرے الفاظ میں مفسر وہ ہے جو بیان و تفسیر کے بعد اس قدر روشن ہو جائے کہ سننے والے کو اس کی مراد میں کوئی شک نہ رہے اور کسی دوسرے معنی کی طرف لے

جانے کی گنجائش ختم ہو جائے۔ تعریف کی قیدیں یہ ہیں: پہلی قید یہ کہ یہ نص سے زیادہ واضح ہو، دوسری قید یہ کہ تاویل کا احتمال نہ رہے، اور تیسری قید یہ کہ نسخ کا احتمال باقی رہے، یہی آخری قید مفسر کو محکم سے جدا کرتی ہے کیونکہ محکم میں نسخ کا احتمال بھی ختم ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ لفظ کی یہ وضاحت کبھی اس کے اپنے صیغے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی باہر سے آنے والے بیان سے۔ مثلاً نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کے نصاب وغیرہ اصل کتاب میں مختصر آئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل نے ان کی مکمل تفسیر کر دی، اس بیان کے بعد یہ احکام مفسر کے درجے میں آ گئے۔ اسی طرح صلوٰۃ کا حکم اقیموا الصلوٰۃ نص کے درجے میں تھا اور جب جبریل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکعات کی تفصیل بتائی تو یہ مفسر ہو گیا۔

مفسر کی مثالیں

مفسر کی مشہور ترین مثال نماز کی تفصیلات ہیں: کتاب اللہ میں نماز قائم کرنے کا حکم آیا مگر اس کی رکعات، اوقات اور ان کی مقدار کتاب میں نہیں تھی؛ سنت نے اس کی تفسیر کر دی کہ فجر کی دو، ظہر کی چار رکعات ہیں وغیرہ، لہٰذا یہ حکم مفسر کہلایا اور اس پر قطعی عمل لازم ہوا۔ دوسری مثال زکوٰۃ ہے کہ کتاب میں زکوٰۃ دینے کا حکم آیا اور سنت نے نصاب مقرر کر دیا کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم اور سونے کا بیس مثقال ہے، اس کے بعد اس میں تاویل کی گنجائش نہ رہی۔ تیسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شہداء، یہاں گواہوں کی تعداد چار متعین کر دی گئی ہے، پس یہ لفظ اپنی مراد میں مفسر ہے کہ اس سے کم و بیش کا احتمال نہیں۔ اسی طرح حدود کی مقادیر مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنے کی حد جو سنت کے بیان سے متعین ہوئی، مفسر کی قبیل سے ہے۔

مفسر کے احکام

مفسر کے احکام درج ذیل ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ مفسر پر اس کے معنی کے مطابق عمل کرنا قطعی طور پر واجب ہے، کیونکہ اس کی دلالت ظاہر اور نص سے زیادہ روشن ہو چکی ہے اور اس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں۔ جو شخص مفسر کے ثابت شدہ معنی کا انکار کرے یا اس پر عمل سے انکار کرے وہ کتاب و سنت کے واضح حکم کا منکر ہو گا، اس لیے مفسر کا انکار معمولی بات نہیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ مفسر میں تاویل کا احتمال نہیں رہتا، یعنی اسے اس کے متعین معنی سے ہٹا کر کسی اور معنی پر محمول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ تفسیر نے تمام

دروازے بند کر دیے ہیں۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ مفسر میں زمانہ رسالت میں نسخ کا احتمال باقی رہتا تھا؛ یعنی جو حکم مفسر تھا، اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسے منسوخ کر سکتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اب کسی حکم کا نسخ ممکن نہیں، لہٰذا آج مفسر عملی طور پر ثبات کے اعلیٰ درجے پر ہے۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ تعارض کی صورت میں مفسر کو ظاہر اور نص پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ قوی دلالت ضعیف دلالت پر مقدم ہوتی ہے؛ البتہ محکم مفسر سے بھی قوی ہے اس لیے تعارض ہو تو محکم مقدم ہو گا۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ مفسر کے لیے مزید بیان کی حاجت نہیں رہتی، کیونکہ بیان کا مقصد حاصل ہو چکا ہوتا ہے، اور جس کلام کی تفسیر خود شارع کی طرف سے آ جائے اس سے بڑی وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے۔

مفسر اور اس کے ہم مرتبہ الفاظ کا باہمی فرق بھی ذہن میں رہے۔ ظاہر وہ ہے جس کا معنی سماعت سے معلوم ہو جائے مگر تاویل و تخصیص اور نسخ تینوں کا احتمال رہے۔ نص وہ ہے جو ظاہر سے زیادہ واضح ہو اور مقصود اصلی ہو، مگر تاویل کا احتمال باقی رہے۔ مفسر وہ ہے جس میں تفسیر کے بعد تاویل کا احتمال ختم ہو جائے، صرف نسخ کا احتمال زمانہ وحی میں باقی رہا۔ محکم وہ ہے جس میں نسخ کا احتمال بھی ختم ہو جائے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور عقائد کے وہ قطعی اصول جن کا انکار کفر ہے۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ وضاحت کے درجات بڑھنے سے یقین بڑھتا ہے اور عمل کا وجوب پختہ ہوتا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ مفسر وہ کلام ہے جو تفسیر و بیان کے بعد نص سے بڑھ کر اس قدر واضح ہو جائے کہ اس میں تاویل کا احتمال باقی نہ رہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر قطعی عمل واجب ہے، اس کی تاویل نہیں ہو سکتی، تعارض میں یہ ظاہر و نص پر مقدم ہے اور زمانہ رسالت کے بعد اس کا ثبات مکمل ہے۔ نماز، زکوٰۃ اور حدود کی مقادیر اس کی روشن مثالیں ہیں۔ نور الانوار کی اس وضاحت سے طالب علم کو شرعی نصوص کے مراتب سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ کس لفظ پر عمل کس درجے کے یقین کے ساتھ لازم ہے۔

سوال نمبر 3: صریح اور کنایہ کا مفہوم اور فرق (20 نمبر)

سوال نمبر 3: صریح و کنایہ کا مفہوم اور ان کے مابین فرق کو مثالوں کی روشنی میں بیان کریں۔ (20)

تعارف

لفظ کی معنی پر دلالت کے طریقے کے اعتبار سے بھی اصولیین نے الفاظ کی قسمیں بنائی ہیں، جن میں صریح اور کنایہ کی بحث خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس بحث کا سب سے زیادہ عملی تعلق طلاق، عتاق اور دیگر ان تصرفات سے ہے جہاں ایک لفظ بولنے سے بڑے شرعی نتائج مرتب ہو جاتے ہیں۔ اگر لفظ صریح ہو تو اس کا حکم نیت کے بغیر بھی ثابت ہو جاتا ہے، اور اگر کنایہ ہو تو حکم کا ثبوت نیت یا دلالت حال پر موقوف رہتا ہے۔ اس ایک فرق پر خاندانی زندگی کے بے شمار مسائل کا مدار ہے، اسی لیے نور الانوار میں یہ بحث مثالوں کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ فقہ حنفی میں طلاق کے باب کی پوری عمارت اسی تقسیم پر کھڑی ہے، اس لیے طالب علم کے لیے اسے مثالوں سے سمجھنا ناگزیر ہے۔

صریح کا مفہوم

صریح لغت میں خالص اور صاف چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی ملاوٹ یا پوشیدگی نہ ہو۔ اصطلاح میں صریح وہ لفظ ہے جو اپنے معنی کا مسمّی کھلا ہوا اور واضح ہو اور اس سے صرف وہی معنی مراد لیا جا سکے جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے، اسی لیے اس کا حکم نیت کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے۔ طلاق کی مثال میں لفظ طلاق اور اس کے مادے سے بنے ہوئے الفاظ صریح ہیں، جیسے شوہر کہے: أنت طالق، طلقتک، یا اردو میں کہے تو طلاق یافتہ ہے؛ یہ الفاظ سنتے ہی ان کا معنی واضح ہے کہ شوہر نے طلاق دی ہے۔ اسی طرح بیع میں لفظ بعت و اشتریت صریح ہے اور عتاق میں أنت حر صریح ہے۔ صریح کی پہچان یہ ہے کہ عرف و استعمال میں اس لفظ کا وہی ایک معنی متبادر الی الذہن ہو اور سننے والا اس کے علاوہ کچھ اور نہ سمجھے۔

کنایہ کا مفہوم

کنایہ لغت میں اشارے سے بات کہنے کو کہتے ہیں کہ اصل مقصود لفظ میں چھپا ہوا ہو۔ اصطلاح میں کنایہ وہ لفظ ہے جس کا معنی پوشیدہ ہو اور وہ اپنے معنی کے علاوہ کسی اور طرف بھی اشارہ کرتا ہو، اس لیے اس کا شرعی حکم نیت یا دلالت حال کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ طلاق کے باب میں کنایہ کی مثالیں مشہور ہیں: شوہر کا کہنا اعتدی یعنی عدت گزار، استبرئی رحمک، أنت واحدة، تقنعی، استتری، اخرجي، اذهبي، قومي، یا اردو میں کہنا تو مجھ پر حرام ہے، جا اپنے گھر چلی جا، میرا تیرا کوئی تعلق نہیں وغیرہ۔ ان الفاظ کے الفاظی معنی

کچھ اور ہیں، طلاق ان سے خود بخود ظاہر نہیں ہوتی، البتہ اگر شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا غصے اور جھگڑے کی حالت اس پر دلالت کرے تو ان سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔

کنایہ کا یہ بھی خاصہ ہے کہ اس سے اگر طلاق پڑے تو بائن پڑتی ہے، کیونکہ نیت سے واقع ہونے والی طلاق کی واپسی کا راستہ نکاح جدید کے بغیر نہیں رہتا۔

صریح اور کنایہ کے مابین فرق

دونوں کے درمیان فرق کو مثالوں کی روشنی میں درج ذیل نکات اور جدول سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ اول، دلالت کا فرق ہے: صریح کی دلالت واضح اور قطعی ہے، کنایہ کی دلالت خفی اور محتمل ہے۔ دوم، نیت کی شرط کا فرق ہے: صریح میں حکم کے ثبوت کے لیے نیت شرط نہیں، شوہر نے مذاق میں بھی لفظ طلاق کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تین چیزوں کی سنجیدگی بھی حقیقت ہے اور مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح، طلاق اور رجعت؛ جبکہ کنایہ میں نیت یا دلالت حال نہ ہو تو کچھ واقع نہیں ہوتا۔ سوم، نوعیت کا فرق ہے: صریح سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے جس میں عدت کے اندر رجوع ممکن ہے، جبکہ کنایہ سے بائن طلاق واقع ہوتی ہے۔ چہارم، قضاءً و دیانۃً کا فرق ہے: صریح کا حکم قاضی کے سامنے بھی ثابت ہے اور اللہ کے ہاں بھی، اور کنایہ کا بھی جب نیت ثابت ہو جائے تو دونوں جگہ ثابت ہوتا ہے، مگر نیت کے بغیر قاضی کنایہ سے طلاق کا حکم نہیں دے سکتا۔ پنجم، استعمال کی کثرت کا فرق ہے کہ صریح الفاظ اپنے معنی میں کثرت استعمال سے مشہور ہو چکے ہوتے ہیں جبکہ کنایہ کے الفاظ اصل میں کسی اور معنی کے لیے ہوتے ہیں۔

جدول: صریح اور کنایہ کا فرق

پہلو	صریح	کنایہ
معنی کی حیثیت	معنی کھلا اور واضح، صرف ایک مراد	معنی پوشیدہ، کئی مرادوں کا احتمال
نیت کی شرط	حکم ثبوت کے لیے نیت شرط نہیں	نیت یا دلالت حال شرط ہے
مثال (طلاق)	أنت طالق، طلقتک، تو مطلقہ ہے	اعتدي، اذهبي، تو مجھ پر حرام ہے

بائن طلاق واقع ہوتی ہے	عموماً رجعی طلاق واقع ہوتی ہے	واقع ہونے والی طلاق
مذاق میں نیت نہ ہو تو واقع نہیں ہوتی	مذاق میں بھی حکم ثابت ہو جاتا ہے	مذاق میں کہنا
لفظ کے ساتھ نیت کا ثبوت بھی درکار ہے	لفظ ثابت ہوتے ہی حکم لگ جاتا ہے	قاضی کے سامنے ثبوت

مثالوں سے اس فرق کو مزید سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک شخص نے غصے میں بیوی سے کہا نت طالق، اس کے بعد وہ کہتا ہے میری نیت طلاق کی نہیں تھی، تو اس کی یہ بات قضاءً قبول نہیں ہو گی کیونکہ لفظ صریح ہے۔ دوسرا شخص بیوی سے کہتا ہے چلی جا اپنے میکے، اور بعد میں قسم کھا کر کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، صرف ڈرانا مقصود تھا، تو اس کی بات قبول ہو گی اور طلاق واقع نہ ہو گی، کیونکہ لفظ کنایہ ہے۔ اسی طرح اگر کنایہ لفظ طلاق کی گفتگو کے دوران یا شدید غصے کی حالت میں کہا جائے تو دلالت حال نیت کی جگہ لے لیتی ہے اور طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت عرفاً وہی لفظ طلاق ہی کے مقام پر بولا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ صریح وہ لفظ ہے جس کا معنی واضح ہو اور اس کا حکم نیت کے بغیر ثابت ہو، اور کنایہ وہ لفظ ہے جس کا معنی پوشیدہ ہو اور اس کا حکم نیت یا دلالت حال پر موقوف ہو۔ صریح سے طلاق رجعی اور کنایہ سے بائن واقع ہوتی ہے۔ یہ فرق معمولی لغوی تقسیم نہیں بلکہ عملی فقہ کی جان ہے؛ اسی لیے نور الانوار نے اسے مثالوں کے ذریعے روشن کیا ہے تاکہ طالب علم الفاظ بولنے کے نتائج سے واقف ہو جائے اور امت کو ان حساس مسائل میں صحیح رہنمائی مل سکے۔

سوال نمبر 4: حروف عطف کا استعمال اور طریقہ بیان (20 نمبر)

سوال نمبر 4: حروف عطف کے استعمال اور بیان کے طریقے تفصیل سے لکھیں۔ (20)

تعارف

قرآن وسنت کے احکام اکثر ایک ہی جملے میں کئی چیزوں کو جمع کر کے بیان ہوتے ہیں اور ان کے درمیان ربط حروف عطف سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے حروف شرعی احکام میں بڑے بڑے فرق پیدا کر دیتے ہیں: کہیں دو چیزوں کا ایک ساتھ ہونا لازم آتا ہے، کہیں ترتیب لازم آتی ہے اور کہیں اختیار مل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر وضو کی آیت میں اعضاء کا دھونا اور اس کی ترتیب، کفارے کی آیت میں ترتیب یا اختیار، یہ سب حروف عطف ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے منار الانوار اور نور الانوار میں حروف عطف کی مستقل بحث رکھی گئی ہے۔ اس سوال میں ہر بڑے حرف عطف کا استعمال، اس کے معنی اور اس سے مرتب ہونے والا شرعی اثر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

عطف اور واو کا استعمال

عطف کے لغوی معنی جھکانا اور ملانا ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کو حرف عطف کے ذریعے دوسرے لفظ کے ساتھ اس طرح جوڑا جائے کہ دوسرا لفظ پہلے کے حکم میں شریک ہو جائے؛ پہلے کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہیں۔ سب سے پہلا اور عام حرف واو ہے۔ واو کا استعمال مطلق جمع کے لیے ہوتا ہے، یعنی یہ معطوف اور معطوف علیہ کو حکم میں اکٹھا کر دیتا ہے لیکن ان کے درمیان نہ ترتیب بیان کرتا ہے نہ ساتھ ساتھ ہونے کو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاغسلوا وجوہکم وأیدیکم، یہاں ہاتھوں کو چہروں پر عطف کیا گیا ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دونوں کا دھونا واجب ہے، یہ لازم نہیں کہ پہلے چہرہ ہی دھویا جائے پھر ہاتھ؛ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض نہیں۔ واو کا ایک استعمال واو عطف کے علاوہ بھی ہے، جیسے بعض جگہ واو قسم کے لیے یا ابتداء کے لیے آتی ہے، اس کی پہچان سیاق وسباق سے ہوتی ہے۔ یمین کی مثال میں بھی واو کا یہی اثر ہے کہ اگر کسی نے چند چیزوں کی قسم کھائی تو واو انہیں جمع کر دے گی۔

فاء اور ثم کا استعمال

دوسرا حرف فاء ہے جو ترتیب اور فوری تعقیب کے لیے آتا ہے، یعنی معطوف معطوف علیہ کے فوراً بعد ہو اور درمیان میں لمبا فاصلہ نہ ہو۔ کفارہ قتل کی آیت میں ارشاد ہے: فتحریر رقبۃ مؤمنۃ، اس کے بعد دوسرے درجات آتے ہیں، فاء ان احکام کو مرتب بھی کرتی ہے اور اگلے حکم کو پچھلے سے متصل بھی کرتی ہے۔ فاء کبھی سبب کے لیے بھی آتی ہے

جیسے لاتقتلوا أولادکم خشیۃ املاق جیسی تراکیب میں سببی ربط ظاہر ہوتا ہے۔ تیسرا حرف ثم ہے جو ترتیب کے ساتھ تراخی یعنی وقفے کے لیے آتا ہے، یعنی معطوف بعد میں ہو گا لیکن درمیان میں فاصلہ بھی ہو گا۔ قرآن میں خلقت انسان کے مراحل ثم سے بیان ہوئے ہیں جو مراحل کے باہمی وقفے کو ظاہر کرتے ہیں۔ کفارہ ظہار میں ارشاد ہے: فتحریر رقبۃ من قبل أن یتماسا، ذلکم توعظون بہ، واللہ بما تعملون خبیر، فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین، پھر فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا، یہاں درجات کی ترتیب فاء سے واضح ہوتی ہے کہ اگلا درجہ پچھلے کی عدم قدرت پر ہی آئے گا۔ فاء اور ثم کا فرق یہ ہے کہ فاء میں اتصال اور سرعت ہے اور ثم میں مہلت اور وقفہ ہے، اور اسی فرق سے بعض اوقات حکم بدل جاتا ہے، مثلاً طلاق میں خاوند کا یہ کہنا کہ تو طالق ہے پھر میں نے رجوع کیا، یہاں ثم کے لفظ سے مہلت ظاہر ہو گی۔

بل، لکن، أو، أم، حتی اور لا کا استعمال

چوتھا حرف بل ہے جو اضراب کے لیے آتا ہے، یعنی پہلی بات سے اعراض کر کے دوسری بات کی طرف متوجہ ہونا، پہلی بات کی غلطی کی اصلاح کرنا۔ قرآن میں فرمایا گیا: بل ھو قرآن مجید، یہاں کفار کے دعوے سے اعراض کر کے حقیقت بتائی گئی ہے۔ فقہی مثال میں اگر کوئی اقرار میں کہے کہ فلاں مجھ پر سو درہم نہیں بلکہ دو سو ہیں تو بل کی وجہ سے دوسرا حصہ معتبر ہو گا۔ پانچواں حرف لکن ہے جو استدراک کے لیے آتا ہے، یعنی پہلے کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنا، جیسے ما جاء زید لکن عمرو، اور قرآن میں لکن اللہ یشہد بما أنزل الیک اسی قبیل سے ہے۔ چھٹا اور ساتواں حرف أو اور أم ہیں جو تخییر، اباحہ اور شک کے موقع پر آتے ہیں۔ کفارہ یمین میں فرمایا گیا: فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من أوسط ما تطعمون أہلیکم أو کسوتہم أو تحریر رقبۃ، یہاں أو تخییر کے لیے ہے یعنی ان تینوں میں سے کوئی ایک کر لینا کافی ہے، یہ واو سے بالکل برعکس صورت ہے جہاں سب کا جمع کرنا لازم ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرف کی تبدیلی سے حکم اختیار سے جمع میں اور جمع سے اختیار میں بدل جاتا ہے۔ آٹھواں حرف حتی ہے جو غایت یعنی انتہا بیان کرتا ہے، جیسے وضو کی آیت میں وأیدیکم الی المرافق میں الی کا حکم اور وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض میں حتی نے روزے کی حد بتائی کہ سحری کی آخری حد فجر کا ظاہر ہونا ہے۔ نواں حرف لا ہے جو عطف میں نفی کے لیے آتا ہے جیسے جاء زید لا عمرو، اس سے پہلا ثابت اور دوسرا منفی ہو جاتا ہے۔

جدول: اہم حروف عطف اور ان کے اثرات

شرعی مثال واثر	بنیادی معنی	حرف عطف
وضو کی آیت؛ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب فرض نہیں	مطلق جمع، بغیر ترتیب	واو
کفارات میں درجہ بندی؛ اگلا درجہ پہلے کی عدم قدرت پر	ترتیب کے ساتھ فوری تعقیب	فاء
مراحل خلقت؛ مہلت کے ساتھ اگلا حکم	ترتیب کے ساتھ وقفہ وتراخی	ثم
اقرار میں پہلے حصے سے رجوع اور دوسرا معتبر	اضراب واعراض یا اصلاح	بل
لیکن اللہ یشہد؛ پچھلے کلام کی توضیح	استدراک، وہم کا ازالہ	لکن
کفارہ یمین؛ تین کاموں میں سے ایک کافی	تخییر، ابہام یا شک	أو / أم
سحری کی حد فجر تک؛ حکم کی آخری حد متعین	غایت وانتہا	حتی
پہلا ثابت، دوسرا منفی ہو جاتا ہے	معطوف کی نفی	لا

USMAN NOTES www.usmannotes.com

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ حروف عطف محض جملے جڑنے کے اوزار نہیں بلکہ احکام کے تعین میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ واو جمع بغیر ترتیب بتاتی ہے، فاء فوری ترتیب، ثم وقفے کے ساتھ ترتیب، بل اضراب، لکن استدراک، أو اختیار اور حتی انتہا بتاتی ہے۔ نور الانوار میں ان حروف کی یہی بحث طالب علم کو سکھاتی ہے کہ شارع کے کلام کو پڑھتے ہوئے ہر حرف پر غور کرنا ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات پورے مسئلے کا مدار ایک حرف پر ہوتا ہے، جس طرح وضو کی ترتیب اور کفاروں کے اختیار و ترتیب کے مسائل اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

سوال نمبر 5: سنت کی تعریف اور اقسام (20 نمبر)

سوال نمبر 5: نور الانوار کی روشنی میں سنت کی تعریف اور اقسام تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

شرعی احکام کے ماخذوں میں کتاب اللہ کے بعد دوسرا بڑا ماخذ سنت رسول ہے۔ قرآن مجید نے خود سنت کی حجیت کو ثابت کیا ہے، فرمایا گیا: وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنہ فانتہوا، اور فرمایا: لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ۔ اصول فقہ کی پوری عمارت میں کتاب کے بعد باب السنۃ آتا ہے اور نور الانوار میں ملا احمد جیون رحمہ اللہ نے اس باب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سنت کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ نماز، زکوۃ، حج وغیرہ کے بیشتر عملی احکام سنت ہی سے ماخوذ ہیں؛ کتاب نے اصول دیے اور سنت نے ان کی صورتیں متعین کیں۔ اس سوال میں سنت کی لغوی واصطلاحی تعریف اور اس کی اقسام تفصیل سے بیان کی جاتی ہیں۔

سنت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

سنت لغت میں طریقے اور راستے کو کہتے ہیں، خواہ وہ اچھا ہو یا برا؛ حدیث میں ہے: من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا، اور دوسری حدیث میں سنۃ سیئۃ کا لفظ بھی آیا ہے۔ اصولیین کی اصطلاح میں سنت سے مراد وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہو اور وحی پر مبنی ہو۔ نور الانوار میں سنت کی تعریف اس مفہوم میں کی گئی ہے کہ سنت وہ طریقہ مسلوک ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چلے، اور اصولی اعتبار سے سنت کتاب کے مقابل دوسرا وحی ماخذ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار وحی کے بغیر نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد ہے: وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ محدثین کی اصطلاح میں سنت کا اطلاق وسیع ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات خلقیہ وخلقیہ اور سیرت سب داخل ہیں، مگر اصولیین کے ہاں سنت سے مراد خاص طور پر وہ ہے جو حکم شرعی کا ماخذ بنے۔ فقہاء کے ہاں سنت کا ایک اور اصطلاحی معنی بھی ہے یعنی وہ عمل جس کا ثواب ہو اور ترک پر عتاب نہ ہو، یہ معنی اس بحث سے الگ ہے؛ یہاں مراد ماخذ احکام والی سنت ہے۔

اقسام اول: باعتبار صدور سنت قولی، فعلی اور تقریری

صدور کی حیثیت سے سنت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی سنت قولی ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ، جیسے آپ نے فرمایا: انما الاعمال بالنیات، اور فرمایا: لا ضرر ولا ضرار، اور صلوا کما رأیتمونی أصلی جیسے ارشادات جن میں کبھی قول کے ساتھ عمل کی طرف بھی اشارہ ہے۔ دوسری سنت فعلی ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، جیسے

آپ کا نماز پڑھنے کا طریقہ، حج کے مناسک کی ادائیگی اور وضو کا عملی نمونہ؛ صحابہ نے یہ افعال دیکھ کر امت تک پہنچائے اور اسی سے مفسر احکام کی تفصیل ملی۔ تیسری سنت تقریری ہے، یعنی کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا آپ کے علم میں کوئی کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا یا اسے برقرار رکھا، تو وہ سکوت اس عمل کی اجازت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ آپ باطل پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ مثال کے طور پر بعض صحابہ کے اجتہادی اعمال پر آپ کا سکوت یا کسی قبیلے کے عمل کو برقرار رکھنا تقریری سنت کی مثالیں ہیں۔ یہ تینوں قسمیں حجت ہیں اور ان سے احکام ثابت ہوتے ہیں۔

اقسام دوم: باعتبار اتصال وسند متواتر، مشہور اور خبر واحد

نور الانوار کی اصل ترتیب کے مطابق کتاب کے مقابل سنت کی حیثیت کو دیکھ کر اس کی اگلی بڑی تقسیم سند و اتصال کے اعتبار سے ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم متواتر ہے: وہ سنت جو ہر طبقے میں اتنی بڑی جماعت سے مروی ہو کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عادۃً محال ہو، جیسے نماز پنج گانہ کا ثبوت، ادائیگی، روزے اور حج کی مشہور صورتیں۔ متواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر کے درجے تک جاتا ہے کیونکہ وہ دین کی قطعیات میں سے ہے۔ دوسری قسم مشہور ہے: وہ حدیث جو ابتداء میں آحاد تھی مگر صحابہ و تابعین کے ادوار میں اسے شہرت و قبولیت حاصل ہو گئی اور امت نے اسے تلقی بالقبول کیا، جیسے مسح علی الخفین کی روایات۔ مشہور کا حکم متواتر کے قریب ہوتا ہے، اس سے علم طمانینہ حاصل ہوتا ہے اور اس سے کتاب کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید جائز سمجھی جاتی ہے۔ تیسری قسم خبر واحد ہے: وہ روایت جو ایک یا چند راویوں سے مروی ہو اور تواتر و شہرت کے درجے کو نہ پہنچے۔ خبر واحد سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے لیکن عمل اس پر بھی واجب ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو اور روایت شروط قبول پر پوری اترے۔ فقہ کے بیشتر احکام اسی قسم سے ثابت ہیں اور آگے خبر واحد کے راویوں کی اقسام کی بحث بھی اسی باب میں آتی ہے جس کا ذکر اگلی مشقوں میں بھی آئے گا۔

اقسام سوم: سنت ہدی اور سنت زوائد

ایک تیسری تقسیم فقہی اعتبار سے مشہور ہے اور طالب علم کی عملی تربیت کے لیے اہم ہے کہ سنت دو قسم کی ہے: سنت ہدی اور سنت زوائد۔ سنت ہدی وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت اور دین کی تکمیل کے طور پر اختیار فرمائی، جیسے اذان، جماعت، سنن رواتب اور نکاح؛ اس کا ترک کرنا اساءت و کراہت کا موجب ہے اور عادت بنا لینا تو گناہ

کی بات ہے۔ سنت زوائد وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشری عادات کے طور پر فرمائی، جیسے خاص لباس، چلنے کا انداز، کھانے پینے کی عادات؛ اس کا اتباع محبت کی علامت اور باعث ثواب ضرور ہے مگر اس کے ترک پر کوئی عتاب نہیں۔ اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سنت کا درجہ یکساں نہیں ہوتا اور عمل میں درجہ بندی شارع ہی کی تعلیمات سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح فقہاء سنن کو موکدہ اور غیر موکدہ بھی تقسیم کرتے ہیں، جن میں موکدہ وہ ہے جس پر آپ نے مواظبت فرمائی اور غیر موکدہ وہ ہے جسے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے جو وحی پر مبنی ہوتے ہوئے کتاب اللہ کے بعد احکام کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ صدور کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں قولی، فعلی اور تقریری ہیں؛ سند و اتصال کے اعتبار سے تین قسمیں متواتر، مشہور اور خبر واحد ہیں جن سے احکام ان کے درجے کے مطابق مختلف ہیں؛ اور فقہی اعتبار سے سنت ہدی اور سنت زوائد کی تقسیم بھی اہم ہے۔ نور الانوار نے ان اقسام کو ان کے احکام سمیت بیان کر کے واضح کر دیا ہے کہ سنت کے بغیر کتاب کے احکام کی عملی صورت متعین نہیں ہو سکتی، اس لیے سنت کی معرفت اصول فقہ کی بنیادوں میں سے ہے۔